مولوی محمد اسلم شیخوپوری، متعلم جامعہ

مجموعۂ محاسن

زیر نظر مضمون میں سیدنا البنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے چند ایسے واقعات کا ذکر کر رہا ہوں، جن کے آئینہ میں آپ کے اخلاق اور [illegible] کردار کی تصویر جلوہ گر ہے۔

جرأت ومردانگی

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فراغت کے بعد ایک عرصہ تک سیاست میں بھرپور دلچسپی لیتے رہے، جمعیت علماء سرحد کے ناظم منتخب ہوئے، اپنی پرخلوص اور مدلل تقاریر سے عوام کو ایک نیا شعور اور احساس دیا، دلوں میں اسلامی محبت اور دینی معرفت کی شمع روشن کی، اور وادی سیاست کے پرخار میدان میں پیش آنے والے مصائب کو بصد صبر وتحمل برداشت کیا، مخالفین کے بیہودہ اور بے بنیاد الزامات کو مسکرا کر سنا۔ گرفتاری کی نوبت بھی آئی، لیکن جذبہ صادقہ میں کسی قسم کی لچک اور کمزوری نہیں آئی۔ آپ کے اس دور سے متعلق ایک واقعہ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ، نے سنایا، جس سے ہمارے حضرت کی بے خوفی و بے باکی، جرأت وہمت اور شجاعت ومردانگی کا پتہ چلتا ہے۔

اسلامیہ کالج پشاور میں قادیانیوں نے اپنے کارندوں کے تعاون سے ایک جلسہ کا اہتمام کیا، حضرت مولانا انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمذ کے ناطہ سے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں قادیانیوں کے خلاف عام مسلمانوں سے کہیں زیادہ نفرت تھی، اس لئے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس جلسہ کے انعقاد پر انتہائی پریشانی تھی، اور ہم دونوں نے اس جلسہ کو غیرت اسلامی کے لئے ایک چیلنج تصور کیا اور اس کے مضر اثرات اور زہریلے نتائج سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مذکورہ جلسے کو ناکام بنانے کی ٹھانی۔

جلسہ کے روز میں اپنے تلامذہ کو اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کو لاٹھیوں سے مسلح کر کے جلسہ گاہ

نہیں! بلکہ آپ کوئی فرشتہ ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے میری اصلاح کے لئے نازل کیا ہے“۔

(البلاغ شمارہ ذوالحجہ)

غناء نفس

ہمارے حضرت میں عزم کی ایسی مضبوطی، خلوص کا ایسا جذبہ، ارادے کی ایسی پختگی اور استغناء کا ایسا جوہر پایا جاتا تھا، جس کی بدولت آپ ہر قسم کی ترغیبات اور مصائب کے باوجود زہد واستغناء کے راستے پر زندگی بھر گامزن رہے۔ بڑی بڑی رکاوٹیں اور عظیم تر حوادث انہیں اس راستہ سے نہ ہٹا سکے۔ زخارف دنیا کی چمک دمک، سیم وزر کی چکاچوند، ظاہری لذائذ اور عارضی منافع کی کشش آپ کے پائے استقلال میں جنبش پیدا نہ کرسکی، انہوں نے اپنے علم وعمل، فہم وذکاوت اور خداداد شہرت وعزت کو جلبِ زر اور حصولِ منفعت کے لئے کبھی استعمال نہ کیا۔

حضرت کا معمول تھا کہ تعلیمی سال کے آغاز میں قدیم وجدید طلباء کی تصحیح نیت کے لئے تقریر فرماتے جس میں طلباء سے اس بات کا عہد لیا کرتے کہ وہ اس مدرسہ میں علم دین کو صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی اسلام کی بقاء اور حفاظت کی غرض سے حاصل کریں گے۔ اغراض دنیا اور ظاہری عیش وراحت کے حصول کی نیت سے نہیں...... اور علم دین کو نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنانے والے کو اس بچہ کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے، جس کے ہاتھ میں اس کے باپ نے گوہر نایاب تھمادیا ہو، مگر وہ کم فہم بچہ اس بے مثل گوہر کے عوض دکان دار سے پھل لے کر خوش ہوجائے۔ اور بڑے غصہ میں فرمایا کرتے۔

”شقی اور ملعون ہے وہ شخص جو علم دین کو حصول دنیا کے لئے استعمال کرتا ہے، ایسے بدبخت سے سر پر ٹوکری اٹھا کر مزدوری کرنے والا بدرجہا بہتر ہے۔“

اور پھر صریح الفاظ میں اعلان فرماتے:

”جو طالب علم اس مدرسہ میں اسلامی شکل وشباہت اختیار کئے بغیر رہنا چاہتا ہے اور جس کے دل میں علم دین کے ذریعہ دنیا کو حاصل کرنے کی تمنا ہے، وہ ہمارے مدرسہ میں نہ رہے، ورنہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اور مدرسہ کے ساتھ بدترین خیانت ہوگی۔“

مجھے اللہ دے گا

افریقہ کے کسی ملک کا ایک سرمایہ دار حاضر خدمت ہوا، باتوں ہی باتوں میں اس نے اپنی امارت وفارغ البالی کا اظہار کیا۔ اور سرمایہ دارانہ مزاج کے مطابق اپنے مال وزر کی کثرت اور کاروبار کی وسعت کا تذکرہ کیا اور

پھر کہنے لگا۔ ''اس مدرسہ کو جتنا سرمایہ درکار ہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔'' اظہارِ ایثار خوب تھا، مگر اس میں تعلّی اور تکبر کی جو بو تھی، حضرت کے مزاج لطیف پر گراں گذری۔ آپ نے اسے ایسا جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور اسے یقین ہوگیا کہ ان ''وارثان رسول ﷺ'' کے حضور ہمارے سیم وزر کی کوئی وقعت نہیں اور ہمارا مال و دولت ان کی نظر میں ریگ صحرا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: ''مجھے تمہارے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں، میرا اللہ مجھ کو دے گا۔ یہ مدرسہ ہم نے اسی کے توکل پر قائم کیا ہے۔'' بات دل سے نکلی تھی، دل پہ اثر کر گئی۔ شخص مذکور استغناء کے اس بدیع النظیر جوہر کا مشاہدہ کر کے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنے ملک واپسی کے بعد بیٹے کو حصول تعلیم کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

کس کس واقعہ کو تحریر کیا جائے۔ اس ''درویش'' کے کاشانہ پر تو شاہ بھی اپنے ہدایا کی قبولیت کے منتظر دکھائی دیتے ہیں، لیکن انجام کار انہیں حسرت ویاس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

ایک سال پہلے غالباً دبئی کے حکمران کی جانب سے ملاقات کی دوبارہ درخواست پر بھی آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک بالکل آخری مرحلہ میں تھی، بھٹو حکومت کے ایک رکن رکین نے حضرت قدس سرہ کو پیغام بھجوایا کہ ''قائد عوام'' آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جواب دیا۔ ''۷ ستمبر کے بعد ملیں گے۔''

(بینات، ذوالحجہ ۱۳۵۴ھ)

زندگی کے اس دور میں جب آپ کی بے سروسامانی انتہاء پر تھی، آپ کو حکومت کی جانب سے سفارتی سطح پر بڑے عہدے کی پیشکش کی گئی تھی، لیکن آپ نے اسے ٹھکرا دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف میں سب سے منفرد اور ممتاز نعمت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت کو عطا کی تھی، وہ نعمت خلوص تھی، جس کی نظیر تاریخ کے اوراق میں تو کہیں کہیں نظر آتی ہے، لیکن حال کا دامن اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مولانا تقی عثمانی مدظلہ العالی نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے:

''اس زمانے میں (تحریک ختم نبوت کے زمانے میں جب کہ) ملک بھر میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بول رہا تھا، اخبارات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سرگرمیوں کی خبروں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کی تقریریں اور بیانات شہ سرخیوں سے شائع ہوتے تھے، چنانچہ جب صبح ہوئی تو میزبانوں نے اخبارات کا ایک پلندہ لا کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیا، یہ اخبارات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کوئٹہ کی خبروں، بیانات، تقریروں اور تصویروں سے بھرے ہوئے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اخبارات اٹھا کر ان پر ایک سرسری نظر ڈالی اور پھر

فوراً ہی انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے بعد جب کمرے میں کوئی نہ رہا تو احقر سے فرمایا:

''آج کل جو کوئی تحریک دین کے لئے چلائی جائے' اس میں سب سے بڑا فتنہ نام و نمود کا فتنہ ہے' یہ فتنہ دینی تحریکوں کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ مجھے بار بار یہ ڈر لگتا ہے کہ میں اس فتنہ کا شکار نہ ہو جاؤں' اور اس طرح یہ تحریک ڈوب نہ جائے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس فتنے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے' ورنہ یہ ہمارے اعمال کو تو بے وزن بنا ہی دے گا اس مقدس تحریک کو بھی لے کر بیٹھ جائے گا۔''

یہ بات فرماتے ہوئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر کسی تصنع یا تکلف کے آثار نہ تھے، بلکہ دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والی تشویش نمایاں تھی۔ (البلاغ، ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

''میرے ایک محترم دوست کراچی تشریف لائے' میں نے آنے کا سبب پوچھا تو بتایا کہ: مدرسہ کے لئے کچھ زمین خرید لی ہے' اس کا کچھ قرض ہو گیا ہے' یہاں کچھ احباب سے ملیں گے۔ میں نے نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد ہی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعارف کرایا۔ کراچی آنے کی وجہ دریافت کی تو میں نے بلا تکلف ان کا قصہ دہرا دیا' بے ساختہ فرمایا کہ: ''ایک ہزار روپیہ ہم دے دیں گے۔'' اگلے دن صبح مجھے بلایا اور ہزار روپے میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ''رسید کی ضرورت نہیں' ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔''

(بینات، ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

''ستم ظریفی کی حد ہے کہ وہ عورت جو عصمت و تقدس کا نشان تھی اور جس کی عفت و نزاہت سے چاند بھی شرماتا تھا اسے پردہ سے باہر لا کر ناپاک نظروں کی تسکین اور نجس قلوب کی تفریح کا کام اس سے لیا گیا۔ جدید تہذیب میں عورت زینت خانہ نہیں، شمع محفل ہے۔ اس کی محبت و خلوص کی ہر ادا اپنے شوہر اور مال بچوں کے لئے وقف نہیں بلکہ اس کی رعنائی و زیبائی تماشائے عالم ہے، وہ تقدس کا نشان نہیں کہ اس کے احترام میں نامحرم نظریں فوراً نیچے جھک جائیں۔ بلکہ وہ بازار کی رونق ہے۔ آج دو پیسے کی چیز بھی عورت کی تصویر کے بغیر فروخت نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ نسوانیت کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا اسلام نے عورت کو یہی مقام بخشا تھا؟ کیا یہی آزادئ نسواں ہے، جس کے لئے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگائے جاتے ہیں؟''

(بصائر و عبر، جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ)